غالب کی اردو مثنویاں ــــ تحقیقی جائزہ

ڈاکٹر ثمینہ ندیم

Abstract:

Ghalib is universally known for his Ghazal. However as a great poet he also composed other forms of poetry. His Qaseedas are unique and also his Mersias. But very little was known about his "Masnawis". Now in this article Dr. Samina Nadeem has carried out a detail study of Ghalibs Masnawis. She has anaylised in detail and has concluded that Ghalib was also versatile and competent poet in the field of Masnawis as well. She has pointed out that Ghalibs Musnawis specific and relevant to his time.

مثنوی کا شمار قدیم ترین اصناف شعر میں کیا جاتا ہے۔''مثنوی'' عربی لفظ ہے ایک مسلسل نظم جس کے ہر شعر میں دونوں مصرعے ہم قافیہ اور تمام اشعار ایک بحر میں ہوتے ہیں۔ مثنوی اس لحاظ سے وسیع صنف شعر ہے کہ اس میں ہر طرح کے خیالات اور معانی و مفہوم ادا کیا جا سکتا ہے۔ اس کے اشعار کی تعداد بھی مقرر نہیں عموماً مذہب، اخلاق اور تاریخی موضوعات پر اردو زبان میں مثنویاں لکھی گئیں۔''بحر الفصاحت'' میں ''بیان مثنوی'' کے تحت لکھا ہے:

> ''لغت میں مثنوی منسوب ہے۔ مثنیٰ کی طرف مثنےٰ (میم مفتوح وسکون ثائے مثلہ والف مقصورہ سے) دو کے معنی میں ہے جب یائے نسبت اس کے آخر میں لگائی گئی تو الف مقصورہ واؤ سے بدل گیا اصطلاح میں ان اشعار کو مثنوی کہتے ہیں جن میں دو دو مصرعے باہم مقفیٰ ہوں۔'' (۱)

مثنوی کو دکنی عہد میں فروغ ملا۔ رُستمی کی خاور نامہ، نصرتی کی گلشن عشق، سراج کی بوستان، خیال، ملا وجہی کی قطب مشتری اور محمود بحری کی من لگن قابل ذکر مثنویاں ہیں۔ میر حسن نے اپنی مثنوی ''سحر البیان'' کے ذریعے ایک مخصوص عہد کی تہذیب و ثقافت کی بھرپور ترجمانی کی۔ مولانا حالی نے مثنوی کو سب سے بہتر صنف شاعری تسلیم کیا

ہے ۔''الغرض جتنی صنفیں فارسی اور اردو شاعری میں متداول ہیں ان میں کوئی صنف مسلسل مضامین کے بیان کرنے کے قابل مثنوی سے بہتر نہیں ہے ۔ یہی وہ صنف ہے جس کی وجہ سے فارسی شاعری کو عرب شاعری پر ترجیح دی جا سکتی ہے۔'' (۲)

اردو کے استاد شعراء نے مثنوی کی طرف بھی توجہ کی میر اثر، میر تقی میر، میر حسن، جرات، مومن اور غالب نے اس صنف میں اپنے اپنے طرز فکر سے اظہار کے راستے تلاش کیے ۔ غالب نے ہمیشہ فرسودہ مضامین و روایات سے بغاوت اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ لہذا مثنوی کے میدان میں بھی وہ اپنے ہم عصر شعراء سے الگ کھڑے نظر آتے ہیں۔ غالب کی اردو مثنویوں کی کل تعداد پانچ ہے ۔ یہ سرمایہ بہت قلیل ہے ۔ غالب بنیادی طور پر غزل کے شاعر تھے اور مولانا حالی کی رائے میں'' جن لوگوں کی طبیعت پر غزلیت کا رنگ غالب آ جاتا ہے ان سے مثنوی کے فرائض اچھی طرح انجام نہیں ہو سکتے۔'' (۳)

لیکن اس کے باوجود غالب اردو مثنوی کے محدود سرمائے کے ساتھ اس صنف میں اپنی الگ شناخت بنانے میں کامیاب ہوئے گو ناقدین ادب نے غالب کے اس قلیل سرمائے کی طرف نہایت کم توجہ کی اور وہ غالب کے فارسی سرمائے، اردو غزل اور نثر کی جانب زیادہ متوجہ ہوئے۔ غالب کی یہ اردو مثنویاں مخصوص روایتی انداز کے برعکس طویل نہیں اور نہ ہی ان میں فکر و فلسفہ کی گتھیاں سلجھائی گئی ہیں۔ غالب نے انتہائی سادہ انداز میں وقت اور حالات کے موافق موضوعات کو اپنایا اور اپنے خیالات کو سپرد قلم کیا۔ ذیل میں ان اردو مثنویوں کا تجزیہ ان کے تخلیقی پس منظر کو سامنے رکھ کر کیا گیا ہے تاکہ غالب کے اس محدود سرمائے کے متعلق درست حقائق تک رسائی میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔

غالب کی اردو مثنوی:

ایک دن مثل پتنگ کاغذی
لے کے دل سر رشتۂ آزادگی

کو دیوان غالب (نسخہ عرشی) میں ''یادگار نالہ'' میں شامل کیا گیا حواشی میں امتیاز علی عرشی لکھتے ہیں ''رسالہ اردو جولائی ۱۹۳۱ء میں ''مرزا غالب کی ایک تضمین'' کے عنوان سے یہ مثنوی شائع کی گئی تو اس کے ساتھ ایڈیٹر نے یہ تمہید لکھی: صفدر مرزا پوری مرحوم نے میرزا غالب کے بچپن کی ایک تضمین مجھے بھیجی تھی جو میرے کاغذوں میں پڑی رہ گئی اور اب شائع کی جاتی ہے......'' ایڈیٹر

اس تمہید کے بعد صفدر مراز پوری کی حسب ذیل عبارت نقل کی ہے جس سے اس مثنوی کی سندی حیثیت پر روشنی پڑتی ہے کسی تذکرے میں کسی نے مرزا غالب کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کو بچپن میں پتنگ اُڑانے کا بہت شوق تھا اکبر آباد میں ان کی پتنگ بازی کا شہرہ تھا اس زمانے میں مراز نے پتنگ کے تلازمے میں فارسی کے اس مشہور شعر پر بھی رشتہ درگردنم الخ بطور ترکیب بند چند شعر اردو میں لکھے تھے لیکن وہ ترکیب بند کسی کے ہاتھ نہ لگا کسی نے نقل کیا۔محترمی مولانا حضرت زاہد سہارنپوری کے جدامجد مرحوم حاجی وزائر سید اکبر علی صاحب بلیغ، ابوظفر شاہ،

آخری تاجدار دہلی کے معتمد اور وکیل تھے اور بادشاہ کی پنشن کا مقدمہ جو کمپنی سے لڑ رہا تھا اس میں اول سے آخر تک وکیل شاہی کی حیثیت سے اس زمانے میں برابر اکبرآباد میں عدالت عالیہ ہونے کی وجہ سے آتے جاتے رہتے تھے ۔خود بھی اچھے شاعر اور ذی علم تھے ان کی بیاض میں یہ ترکیب بند لکھا ہوا ملا جو دلدادگانِ کلام غالب کے لیے نعمت غیر مترقبہ ہے۔ جسے ہمارے محترم بزرگ حضرت زاہد مدظلہ نے ہماری جدید تالیف حسن خیال کے لیے نقل فرما کر بھیج دیا ہے۔ (۴)

غالب کو پتنگ اُڑانے کا شوق بچپن سے ہی تھا اس بات کی تصدیق ان کے ایک خط سے بھی ہوتی ہے۔ ۹ اکتوبر ۱۸۵۸ء میں منشی شیونرائن آرام کو لکھتے ہیں:

''ہماری بڑی حویلی وہ ہے کہ جواب لکھی چند سیٹھ نے مول لی ہے اس کے دروازے کی سنگین بارہ دری پر میری نشست تھی اور پاس اس کے ایک ''کٹھیا والی حویلی'' اور سلیم شاہ کے تکیہ کے پاس دوسری حویلی اور ''کالے محل'' سے لگی ہوئی ایک اور حویلی اور اس سے آگے بڑھ کر ایک کٹڑا کہ وہ گڈریوں والا کہلاتا تھا اس کٹڑے کے ایک کوٹھے پر میں پتنگ اڑاتا تھا ور راجا بلوان سنگھ سے پتنگ لڑا کرتے تھے۔ (۵)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں یہ مثنوی ''مثنویات'' کی ذیل میں پہلے نمبر پر موجود ہے اور اس کا عنوان ''رشتہ درگردنم'' ہے۔ (۶) جناب کالی داس گپتا رضا کے مرتب کردہ دیوان غالب کامل میں اسے ''مثنوی'' کے عنوان سے ۱۸۰۷ء کے عہد کلام میں شامل کیا گیا۔ (۷)

ان تینوں نسخوں میں مثنوی کے اشعار کی تعداد گیارہ ہے۔ مثنوی کا تیسرا شعر دیوان غالب (نسخہ عرشی) میں اس طرح درج ہے:

میں کہا، اے دل ، ہوائے دلبراں
بسکہ تیرے حق میں رکھتی ہے زِیاں (۸)

دیوان غالب کامل میں اختلاف نسخ ملاحظہ ہو

میں کہا، اے دل ہوائے دل براں
بس کہ تیرے حق میں کہتی ہے زباں (۹)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں یہ شعر نسخہ عرشی کے مطابق ہے۔ (۱۰)

جناب کالی داس گپتا رضا نے اپنے مضمون ''غالب کا اولین اردو منظوم کلام'' میں لکھا ہے:

''جناب عرشی مرحوم نے مہر مرحوم کی پیروی کرتے ہوئے 'بس کہ تیرے حق میں کہتی ہے زباں' کی جگہ 'بس کہ تیرے حق میں رکھتی ہے زیاں'' لکھا ہے میرے خیال میں چونکہ زاہد سہارن پوری مرحوم نے مثنوی اصل بیاض سے نقل کر کے صفدر مراز پوری کو بھیجی تھی جو سب سے آخر میں صفدر مراز پوری کی زیرنگرانی ان کی مولفہ کتاب 'حسن خیال' میں چھپی اس لیے تمام

متنوں پر حسن خیال ہی کے متن کو ترجیح دینی چاہیے ۔ میں نے دیوان غالب کامل میں اسی متن کو جائز رکھا ہے ۔ باقی رہی یہ بات کہ دونوں متنوں میں سے اچھا کون لگتا ہے تو اس کا حق ہمیں نہیں پہنچتا ۔ مثنوی بچپن میں کہی گئی تھی اس لیے اس میں کھوٹا کھرا چھانٹنا عبث ہے ۔'' (۱۱)

کالی داس گپتا رضا نے اس مثنوی کے عہد فکر کا تعین کرنے کے لیے جو تفصیل دی ہے وہ ملاحظہ ہو:

''حالی، بہاری لال مشتاق شاگرد غالب کی زبانی روایت بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ مثنوی غالب نے آٹھ نو سال کی عمر میں کہی تھی ۔ صفدر مرزا پوری بتاتے ہیں کہ یہ کلام مرزا کے بچپن میں پتنگ اُڑانے کے زمانے کا ہے اور کہ ''بچپن کی زبان ہے'' اور مثنوی کے مطالعے کے بعد یہ تسلیم کیے ہی بنتی ہے ۔ مرزا ۲۷ دسمبر ۱۷۹۷ء کو پیدا ہوئے اب اگر آٹھ نو سال کو دس سال تسلیم کر لیا جائے تو اس کلام کا زمانہ فکر ۱۸۰۷ء ہوا گویا غالب کا اولین اردو منظوم کلام جو ہم تک پہنچا وہ یہی ہے اور دس سال کی عمر یعنی ۱۸۰۷ء کا کہا ہوا ہے ۔'' (۱۲)

کالی داس گپتا رضا نے مثنوی کے آخری فارسی شعر

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
می بُرد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

کے متعلق لکھا ہے ''حالی ۱۸۹۷ء اور بہاری لال مشتاق (اس سے بھی کئی برس پہلے) اسے کسی استاد کا شعر بتاتے ہیں ۔ صفدر مراز پوری مرحوم بھی اسے کسی کا فارسی شعر کہتے ہیں غلام رسول مہر اور مولانا عرشی مرحوم بھی شعر کے خالق کے بارے میں خاموش ہیں ۔'' (۱۳)

کالی داس گپتا رضا نے اسی مضمون میں مثنوی کے متعلق مولانا مہر کے تصرفات بھی واضح کیے ہیں ۔

رسالہ اردو	حسن خیال	غالب از مہر
بس کہ تیرے حق میں کہتی ہے زباں	بس کہ تیرے حق میں کہتی ہے زباں	بس کہ تیرے حق میں رکھتی ہے زیاں
گورے پنڈے پر نہ کر ان کے نظر	گورے پنڈے پر نہ کر ان کے نظر	گورے پنڈے پر نہ ان کے کر نظر
اب تو مل جائے گی ان سے تیری سانٹھ	اب تو مل جائے گی تیری ان سے سانٹھ	اب تو مل جائے گی ان سے تیری سانٹھ
ایک دن تجھ کو لڑا دیں گے کہیں	ایک دن تجھ کو لڑا دیں گے کہیں	ایک دن تجھ کو اڑا دیں گے کہیں (۱۴)

امتیاز علی عرشی اور کالی داس گپتا رضا نے اس مثنوی کے بارے میں مولانا حالی کے بیان کو پیش نظر رکھا ہے ۔ حالی لکھتے ہیں:

''منشی بہاری لال مشتاق کا بیان ہے کہ لالہ کنہیا لال ایک صاحب آگرے کے رہنے والے جو مرزا صاحب کے ہم عمر تھے ایک بار دلی میں آئے اور مرزا صاحب سے ملے تو اثنائے کلام میں ان کو یاد دلایا کہ جو مثنوی آپ نے پتنگ بازی کے زمانے میں لکھی تھی وہ بھی آپ کو یاد ہے انہوں نے انکار کیا ۔ لالہ صاحب نے کہا: وہ اردو مثنوی میرے پاس موجود ہے چنانچہ انہوں

نے وہ مثنوی مرزا کو لا کر دی اور وہ اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اس کے آخر میں یہ فارسی شعر کسی استاد کا پتنگ کی زبان سے لاحق کر دیا تھا۔'' (۱۵)

محققین کے نقطہ نظر سے غالب کی اس مثنوی کو جولڑکپن میں کہی گئی غالب کے اولین منظوم کلام میں ہی شمار کیا جانا چاہیے مثنوی اپنے موضوع اور اسلوب میں توازن اور ہم آہنگی رکھتی ہے کلام غالب کے اس اولین نمونے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

غالب کی اردو مثنوی:

ہاں، دل دردمندِ زمزمہ ساز
کیوں نہ کھولے درخزینہ راز

دیوان غالب (نسخہ عرشی) میں حصہ نوائے سروش میں شامل ہے اور ۳۳ اشعار پر مشتمل ہے۔ امتیاز علی عرشی نے اسے کوئی عنوان نہیں دیا اور ''مثنوی'' لکھا ہے (۱۶) جبکہ دیوان غالب مطبع نظامی کانپور ۱۸۶۲ء (عکسی) کے چوتھے ایڈیشن میں اس کا عنوان ''درصفت انبہ'' ہے (۱۷) دیوانِ غالب مرقع چغتائی میں بھی یہی عنوان ہے۔ (۱۸) کالی داس گپتا رضا نے اس مثنوی کو ۱۸۵۵ء کے کلام میں شمار کیا ہے اور اسے مثنوی کے عنوان کے تحت رکھا ہے۔ (۱۹)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں بھی اس کا عنوان ''درصفت انبہ'' ہے اور تعداد اشعار بھی ۳۳ ہے (۲۰) دیوان غالب مرتب حامد علی خاں میں بھی مثنوی کا یہی عنوان ہے۔ (۲۱)

مثنوی کے عہد فکر کے تعین سے متعلق امتیاز علی عرشی نے مثنوی کے درج ذیل اشعار کی بابت رائے دی ہے

خاص وہ آم جو نہ ارزاں ہو
نو برنخل باغ سلطاں ہو
وہ کہ ہے والئی ولایت عہد
عدل سے اس کے ہے حمایت عہد
فخر دین، عز شان، و جاہ جلال
زینت طینت و جمال کمال

''اس سے ولی عہد سلطنت، شہزادہ غلام فخرالدین عرف میرزا فخرو متوفی ۱۰ جولائی ۱۸۵۶ء کی طرف اشارہ ہے جو ان کے شاگرد اور مرّبی تھے لہٰذا مثنوی کو اس تاریخ سے پہلے کا ہونا چاہیے۔(۲۲)

غالب نے اس مثنوی میں اپنے پسندیدہ پھل آم کی خوبی اور خاصیت کا تذکرہ کیا ہے اور ولی عہد شہزادہ غلام فخرالدین عرف میرزا فخرو کے سدا مہربان رہنے کی دعا بھی کی ہے۔ مثنوی میں غالبؔ نے فارسی الفاظ وتراکیب کا بہت استعمال کیا ہے اور مختلف امثال سے پھلوں کے بادشاہ آم کے خصائص گنوائے ہیں کسی فکر وفلسفہ کے بغیر مختلف

انداز میں غالب نے مثنوی میں اظہار خیال کیا ہے۔

مثنوی:

مژدہ اے رہروانِ راہ سخن
پایہ سنجانِ دستگاہ سخن

دیوان غالب (نسخہ عرشی) میں ''یادگارنالہ'' میں مثنویات کی ذیل میں دوسرے نمبر پر موجود ہے۔ (۲۳) امتیاز علی عرشی نے حواشی میں لکھا ہے ''یہ مثنوی قاضی عبدالودود صاحب نے آثر غالب میں اس تمہید کے ساتھ شائع کرائی تھی ''پنج آہنگ کی اشاعت اول کے نسخے نہایت کمیاب ہیں اس کا منظوم اشتہار سعد الاخبار آگرہ (۱۲ مارچ ۱۸۴۹ء) میں چھپا تھا۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد علی الترتیب یہ عبارتیں تھیں (۱) نقل اشتہار منظوم طبع پنج آہنگ مصنفہ حضرت مرزا اسد اللہ خاں صاحب بہادر غالب جو اپریل کے مہینے میں قیمت بھیج دے تین روپے اور جو بعد اس کے بھیجے گا چار روپے دینے پڑیں گے (۲) مخفی تر ہے کہ یہ اشتہار دہلی سے بہ سبیل ڈاک میرے ایک مخدوم والا شان نے واسطے درج کرنے اخبار کے میرے پاس بھیجا، غلام نجف خاں جن کے نام سے یہ اشتہار ہے غالب کے شاگرد تھے (خطوط ۲۲۴،۱ و ۲۳۲) لیکن یہ تلمذ ظاہرا فارسی پڑھنے تک محدود تھا۔ شاعر کی حیثیت سے ان کا ذکر کہیں نظر نہیں آیا۔ اشتہار غالب کی طرز میں ہے اور قریب بہ یقین ہے کہ انہیں کا لکھا ہوا ہے غالب کے لیے خودستائی کوئی نئی بات نہیں اور اشتہار کی تو ذمہ داری بھی ان کے سر نہیں۔''

(آثر غالب ۷ و ۴۵ و رسالہ جامعہ دہلی فروری ۱۹۶۱ء) (۲۴)

کالی داس گپتا رضا نے اس مثنوی کو ''قطعہ'' کا عنوان دے کر ۱۸۴۹ء کے کلام میں شمار کیا ہے۔ اشعار کی تعداد یہاں بھی ۳۳ ہے۔ فٹ نوٹ میں لکھتے ہیں ''منظوم اشتہار'' سعد الاخبار، آگرہ ۱۲ مارچ ۱۸۴۹ء۔ یہ اشتہار غالب کے شاگرد غلام نجف خاں کے نام سے چھپا تھا۔'' (۲۵)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں مثنوی کا عنوان ''پنج گنج کا منظوم اشتہار'' ہے اور اسے مثنویات کی ذیل میں چوتھے نمبر پر رکھا گیا ہے۔ (۲۶)

مثنوی ''قادرنامہ'' ۱۳۳ اشعار پر مشتمل ہے۔ دیوان غالب (نسخہ عرشی) میں اسے ''یادگار نالہ'' میں شامل کیا گیا (۲۷) جبکہ کالی داس گپتا رضا نے اسے ۱۸۵۶ء کے عہد کلام میں شامل کیا اور نیچے فٹ نوٹ میں لکھا ہے۔

''قادر نامہ از غالب پہلا ایڈیشن ۱۲۷۲ھ (۱۸۵۶ء) در مطبع سلطانی دہلی (۲۸)

امتیاز علی عرشی نے ''قادر نامہ'' کے حواشی میں بالتفصیل لکھا ہے ''یہ مثنوی جو خالق باری کی طرز پر لکھی گئی ہے قادرنامے کے نام سے پہلے مطبع سلطانی دہلی ۱۲۷۲ھ (۱۸۵۶ء) میں اور پھر مجلس پریس دہلی میں کنھیا لال کے اہتمام سے ۲۲ محرم ۱۲۸۰ء (جولائی ۱۸۶۳ء) کو بھی چھپی تھی رضا لائبریری رامپور میں دوسرا ایڈیشن بالاصل اور پہلے ایڈیشن کی نقل مطبوعہ کراچی محفوظ ہے۔ مرزا صاحب کے اپنے کلام میں قادر نامے کا تذکرہ نہیں ملتا لیکن اس کے کلام غالب ہونے میں کسی طرح کا شبہ نہیں کیونکہ یہ کتاب ان کی زندگی میں ان کے نام سے دوبارہ شائع ہو چکی تھی

۔علاوہ ازیں ہماری زبان ۸ اگست ۱۹۶۱ء میں حسب ذیل شعر شائع ہوئے ہیں

از کہ مہاے الٰہی رفعتا　　ختم شد عباس نامہ ، مرحبا
از کلام حضرت استاد من　　غالب سحرالبیان جادو سخن
ہست براین ، نہج قادرنامہ نظم　　من تتبع کردہ ام ، انے نور چشم
آن کلام و این کلام یا دگیر　　ہر دو را انگار تگ شہد و شیر

یہ اشعار مولوی محمد عباس رفعت بھوپالی کے عباس نامے کے خاتمے کے ہیں جو غالب کے شاگرد تھے اس لیے ان کا قادر نامے کو غالب کی تالیف قرار دینا ہوائی بات نہیں ہوسکتی۔'' (۲۹)

امتیاز علی عرشی نے مزید تفصیل میں لکھا ''شوکت بھوپالی نے بھی انشائے نور چشم ۴۶ میں اسے غالب کی تصنیفات میں شمار کیا ہے امیر مینائی مرحوم بڑے ثقہ راوی اور غالب کے معاصر ہیں وہ ایک خط میں لکھتے ہیں کہ مرزا غالب مرحوم کا ''قادرنامہ'' میری نظر سے گزرا ہے (خطوط امیر: ۲۸۶) نیز انہوں نے انتخاب یادگار ۲۴۱ میں بھی اسے بذیل تالیفات غالب درج کیا ہے۔

مولوی عبدالحق مرحوم نے میرن صاحب پر ایک مقالہ رسالہ اردو (جولائی ۱۹۳۶) میں لکھا تھا۔ اس میں انہوں نے میرن صاحب کے حوالے سے لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے یہ کتاب باقر علی خان اور حسین علی خاں کے لیے لکھی تھی'' (ذکر غالب ۲۱۵ طبع چہارم) (۳۰)

''قادر نامہ'' اپنے عہد میں بہت مقبول ہوا حافظ محمود شیرانی کی رائے میں ''قادرنامہ'' گزشتہ صدی میں بے حد مقبول تھا۔'' (۳۱)

''قادر نامہ'' کے نام سے متعلق ڈاکٹر جمیل جالبی نے وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''اس کتاب کا نام قادر نامہ اس لیے رکھا کہ اس کتاب کا پہلا شعر لفظ 'قادر' سے شروع ہوتا ہے اور اس قسم کی نصابی کتابوں کو پہلے لفظ سے موسوم کرنے کی روایت قدیم سے چلی آتی ہے مثلاً مشہور ومعروف 'خالق باری' کا پہلا مصرعہ 'خالق باری سُرجن ہار' ہے 'رازق باری' کا پہلا مصرعہ 'رازق باری حق ہے جان' واحد باری کا پہلا مصرعہ 'واحد باری ایکو سائیں' ہے (۳۲)

کچھ عرصہ قبل تک ''قادر نامہ'' کے متعلق یہ خیال تھا کہ یہ غالب کی تصنیف نہیں غلام رسول مہر نے لکھا ''پبلشر کا دعوی ہے کہ یہ کتاب غالب کی تصنیف ہے لیکن مجھے اس میں کلام ہے (۳۳) لیکن ڈاکٹر جمیل جالبی نے غلام رسول مہر کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا وہ لکھتے ہیں:

> ''انہوں نے یہ رائے ۱۸۷۳ء کے چھپے ہوئے نسخے کے پیش نظر قائم کی تھی لیکن اب جب کہ اس کے دو مطبوعہ نسخے اور دریافت ہو چکے ہیں جو خود غالب کی زندگی میں شائع ہوئے تھے تو اس کے بعد شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی ایک نسخہ ۱۲۷۲ھ کا ہے جس پر یہ عبارت درج ہے کہ ''قادرنامہ تصنیف کیا ہوا، نجم الدولہ مرزا اسداللہ خاں بہادر تخلص بہ غالب در مطبع سلطانی واقع

قلعہ مبارک ۱۲۷۲ھ میں چھپا۔'' (۳۴)

تحسین سروری نے اسی نسخے کو مرتب کیا تھا اور لکھا تھا کہ ''مذکورہ اصل نسخے کے علاوہ حال میں مجھے مجلّہ عثمانیہ کی تیسری جلد کا شمارہ اول بابت جون ۱۹۲۹ء دستیاب ہوا جس میں ڈاکٹر سید سجاد حسین مرحوم کی مختصر سی تمہید کے ساتھ ''قادر نامہ'' شائع کیا گیا ڈاکٹر صاحب مرحوم کو بھی مطبع سلطانی والا نسخہ ملا تھا۔'' (۳۵)

تحسین سروری نے سجاد حسین مرحوم کی تمہید بھی لکھی ہے کہ ''اس مہینے میں پرانی کتابوں کا دہلی سے جو پارسل میرے نام موصول ہوا اس میں غالب کی ایک مطبوعہ نظم تھی اس کا نام ''قادر نامہ'' ہے ...... یہ نظم غدر کے بہت بعد تک دہلی سے لکھنو تک مشہور تھی چنانچہ عالی جناب نواب صدر یار جنگ بہادر سے جب اس کا تذکرہ آیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کو انہوں نے ایام طفلی میں پڑھا تھا۔ (۳۶)

ڈاکٹر جمیل جالبی نے ''قادر نامہ'' کی اشاعت سے متعلق اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے

> ''۱۲۷۲ھ میں مطبع سلطانی قلعہ مبارک سے ''قادر نامہ'' کی اشاعت سے یہ خیال بھی آتا ہے کہ شاید غالب نے یہ کتاب شہزادوں کی تعلیم کے لیے لکھی تھی اگر غالب یہ کتاب اپنے متبنیٰ زین العابدین عارف کے بیٹوں باقر علی خاں اور حسین علی خان کی تعلیم کے لیے لکھتے تو اسے پریس میں چھپوانے کی ضرورت نہ پڑتی زیادہ سے زیادہ کاتب سے اس آٹھ صفحات کے رسالے کی دو نقلیں تیار کرا سکتے تھے تاکہ یہ دونوں بچے اسے استعمال اور یاد کر سکیں۔'' (۳۷)

''قادر نامہ'' غالب کی ایک اہم مثنوی ہے جسے دیوان غالب (نسخہ عرشی) دیوانِ غالب کامل اور اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں کلام غالب میں شمار کیا گیا لیکن اس کے کچھ اشعار میں اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اختلاف نسخ موجود ہے مثلاً دیوان غالب (نسخہ عرشی) میں قادر نامہ کا چھٹا شعر یوں درج ہے

ہے (صلوۃ) اے مہرباں، اسم نماز
جس کے پڑھنے سے ہو راضی، بے نیاز (۳۸)

دیوان غالب کامل میں بھی شعر کی یہی صورت ہے لیکن اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں شعر اس طرح لکھا ہے

ہے (صلوٰۃ) ، اے مہرباں! اسم نماز
جس کے پڑھنے سے ہوا راضی بے نیاز (۳۹)

دیوان غالب (نسخہ عرشی) میں ''قادر نامہ'' کا آٹھواں شعر ملاحظہ ہو

(اسم) وہ ہے جس کو تم کہتے ہو نام
(کعبہ ، مکہ) وہ جو ہے (بیت الحرام) (۴۰)

دیوان غالب کامل میں بھی شعر کی یہی صورت ہے (۴۱) جبکہ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں شعر یوں درج ہے

(اسم) وہ ہے جس کو تم کہتے ہو نام

(کعبہ، مکہ) جو کہ ہے بیت الحرام (۴۲)

دیوان غالب (نسخۂ عرشی) میں شعر نمبر ۶۹ دیکھیے

پست اور ستّو کو کہتے ہیں (سویق)
(ژرف) اور گہرے کو کہتے ہیں (عمیق) (۴۳)

دیوان غالب کامل میں بھی شعر اسی صورت میں موجود ہے (۴۴) اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف میں یہی شعر ملاحظہ ہو

پست اور پسو کو کہتے ہیں (سویق)
(ژرف) اور گہرے کو کہتے ہیں عمیق (۴۵)

اس کے علاوہ کچھ املائی اغلاط بھی ''قادرنامہ'' میں موجود ہیں۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) میں ''قادرنامہ'' مثنوی میں دیگداں کو دیگواں، یزنہ کو بزنہ لکھا گیا ہے۔ (۴۶) اور مثنوی کا یہ شعر

علم سے ہی سے قدر ہے انسان کی
ہے وہی انسان جو جاہل نہیں (۴۷)

بھی درست نہیں شعر اپنی درست املا کے ساتھ دیوان غالب (نسخۂ عرشی) میں دیکھئے:

علم سے ہی قدر ہے انسان کی
ہے وہی انسان جو جاہل نہیں (۴۸)

مثنوی:

اے جہان آفریں، خدائے کریم
ضائع ہفت چرخ و ہفت اقلیم

غالب کی یہ پانچویں اردو مثنوی دیوان غالب (نسخۂ عرشی) کے حصہ یادگار نالہ میں شامل ہے۔ (۴۹) حواشی میں امتیاز علی عرشی لکھتے ہیں۔ ''یہ مثنوی مرزا غالب کے مرتبہ اس بے نام اردو کتابچے کے دیباچے کے آخر میں ملتی ہے جو انھوں نے ہندوستان میں مقیم انگریزوں کو اردو سکھانے کے لیے اپنے منتخب رقعات اور اشعار پر مشتمل ترتیب دیا تھا۔ مرزا صاحب نے یہ کتابچہ جس زمانے میں میکلوڈ صاحب کی نذر کیا ہے اس زمانے میں وہ پنجاب کے فنانشل کمشنر تھے۔ تاریخ پنجاب مصنفہ دیبی پرشاد: ۱۹۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰ جنوری ۱۸۶۵ء کو منٹگمری نے پنجاب کی گورنری سے استعفا دیا، تو ان کی جگہ میکلوڈ صاحب کا تقرر کیا گیا لہٰذا اس کتابچے کو کم از کم ۱۸۶۴ء میں مرتب ہونا چاہیے۔ اس کی اصل ڈاکٹر عبدالستار صدیقی صاحب الہ آباد کے پاس محفوظ ہے وہ اپنے مکتوب بنام مالک رام صاحب مورخہ ۸ فروری ۱۹۵۴ء میں تحریر فرماتے ہیں:

''رقعات غالب (انتخاب) میرے پاس بہت مدت سے ہے جب وہ نسخہ میری ملک میں آیا تھا اسی دوران میں ایک صاحب نے اسے مستعار لے کر نقل کر لیا (چھوٹا سا تو رسالہ ہے) اور

چھپوا ڈالا جو شخص میرے ہاتھ بیچ رہا تھا اس نے مجھے خبر کی میں نے باوجود اس سانحے کے اسے لے لیا بعد کو چھپا ہوا نسخہ دیکھا غارت کر کے چھپوایا تھا پھر ایک شخص نے ان حضرت کی اجازت سے لاہور میں چھپوایا۔ صورت بہتر لیکن غلط جیسا وہ تھا ویسا یہ۔ اب میں خود چھپوانے کا ارادہ کر رہا ہوں۔'' نقوش، خطوط نمبر ۳: ۶۶، بابت اپریل۔ مئی ۱۹۶۸ء۔''

امتیاز علی عرشی نے مزید وضاحت کرتے ہوئے بتایا ہے کہ

''ڈاکٹر صاحب کا اشارہ محمد عبدالرزاق حیدر آبادی متوفی ۱۵ دسمبر ۱۹۶۷ء کی طرف ہے جنہوں نے اس کتابچے کو انتخاب غالب کے نام سے ۱۳۴۵ء میں حیدر آباد سے شائع کیا تھا یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کتابچہ مرزا غالب کی حیات میں بھی چھپا تھا یا نہیں لیکن مرزا صاحب نے اس قسم کا ایک کتابچہ فارسی سکھانے کے لیے بھی نکات و رقعات' کے نام سے مرتب کیا تھا اور وہ فروری ۱۸۶۷ء میں مطبع سراجی دہلی میں چھپ کر شائع ہوا تھا اس کے پیش نظر بعید نہیں کہ یہ اردو کتابچہ بھی ان کی زندگی میں چھپ چکا ہو۔ بہر حال چند درسی کتابوں کی ترتیب پر انہیں دربار گورنری میں مورد تحسین قرار دیا گیا تھا۔'' (۵۰)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اس کا عنوان ''دعائیہ۔ مسٹر مکلوڈ گورنر پنجاب کے بارے میں'' ہے (۵۱) جو مثنوی کے موضوع کے مطابق انتہائی مناسب عنوان ہے مثنوی کے تین اشعار میں غالب نے مسٹر مکلوڈ کو پر اثر انداز میں دعا دی ہے اور آخری شعر میں غالب پر مہربان رہنے کی تمنا کا اظہار بھی کیا ہے۔

غالب کی یہ اردو مثنویاں بیانیہ شاعری میں اس لحاظ سے اہمیت رکھتی ہیں کہ اس میں غالب کے عہد کے نقوش کہیں دھندلے اور کہیں واضح طور پر موجود ہیں۔ غالب کے اس قلیل اور محدود سرمائے کا موضوع پتنگ بازی ہو یا درصفت انبہ، پنج گنج کا منظوم اشتہار ہو یا قادرنامہ یا پھر مسٹر مکلوڈ گورنر پنجاب کے بارے میں۔ غالب نے ان اردو مثنویوں میں روایتی انداز کے برعکس انتہائی مختصر انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اپنے عہد میں وقت اور حالات کے پیش نظر کہی گئی ان مثنویوں میں غالب نے کہیں سادہ اسلوب کو اپنایا اور کہیں فارسی الفاظ و تراکیب کے استعمال سے اشعار کو حسن بخشا۔ کلام غالب کی ترتیب و تدوین کرتے وقت کسی بڑے مدون نے ان مثنویوں کو نظر انداز نہیں کیا۔ جناب امتیاز علی عرشی اور کالی داس گپتا رضا کے بعد ڈاکٹر محمد خاں اشرف نے اردو کلیات غالب کی ترتیب و تدوین میں ان مثنویوں کو باقاعدہ عنوانات کے ساتھ شامل کلیات کیا ہے۔ غالب جیسے عظیم شاعر کے کلام کی تفہیم میں ان مثنویوں کا مطالعہ اس کی معنویت میں اضافے کا سبب ہے۔

حواشی:

۱۔ نجم الغنی رامپوری، مولوی: **بحر الفصاحت**، مرتب: قدرت نقوی، سید، لاہور، مجلس ترقی ادب، طبع اول جون ۱۹۹۹ء، ص ۲۰۵

۲۔ حالی، مولانا الطاف حسین: **مقدمہ شعر و شاعری**، لاہور، خزینہ علم و ادب ۲۰۰۱ء، ص ۱۵۷

۳۔ ایضاً، ص ۱۵۸

۴۔ غالب، مرزا اسد اللہ خاں: **دیوان غالب** (نسخہ عرشی) مرتب: امتیاز علی خاں عرشی، لاہور، مجلس ترقی ادب، اشاعت اول جون ۱۹۹۲ء، ص ۳۶۲

۵۔ **خطوط غالب**: مرتب غلام رسول مہر، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز بار پنجم، ۱۹۸۲ء، ص ۲۰۲

۶۔ **اردو کلیات غالب** (نسخہ اشرف) مرتبین: ڈاکٹر محمد خاں اشرف، ڈاکٹر عظمت رباب لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۱۲ء، ص ۳۳۷

۷۔ **دیوان غالب کامل**: مرتب، کالی داس گپتا رضا، کراچی، انجمن ترقی اردو، پاکستان، طبع چہارم ۲۰۱۲ء، ص ۱۳۱

۸۔ **دیوان غالب** (نسخہ عرشی)، ص ۳۶۲

۹۔ **دیوان غالب کامل**: ص ۱۳۱

۱۰۔ **اردو کلیات غالب** (نسخہ اشرف) ص ۳۳۷

۱۱۔ **دیوان غالب کامل** (تاریخی ترتیب کے ساتھ) ص ۶۳

۱۲۔ ایضاً، ص ۶۰

۱۳۔ ایضاً، ص ۶۱

۱۴۔ ایضاً، ص ۶۳

۱۵۔ حالی، الطاف حسین: **یاد گار غالب**، کانپور، نامی پریس ۱۸۹۷ء، ص ۱۰۷

۱۶۔ **دیوان غالب** (نسخہ عرشی)، ص ۱۴۶

۱۷۔ **دیوان غالب** (عکسی) کانپور، مطبع نظامی ۱۸۶۲ء، ص ۹۲

۱۸۔ **دیوانِ غالب**: مرقع چغتائی، لاہور، ایوان اشاعت، س، ن، ص ۱۹۷

۱۹۔ **دیوانِ غالب کامل** (تاریخی ترتیب کے ساتھ) ص ۳۷۷

۲۰۔ **اردو کلیات غالب** (نسخہ اشرف) ص ۳۴۴

۲۱۔ **دیوانِ غالب**: مرتب حامد علی خان، لاہور، الفیصل اردو بازار جنوری ۲۰۰۷ء، ص ۲۱۵

۲۲۔ **دیوانِ غالب** (نسخہ عرشی)، ص ۱۴۷

۲۳۔ ایضاً، ص ۳۶۳

۲۴۔ ایضاً، ص ۳۶۴

۲۵۔ **دیوانِ غالب کامل** (تاریخی ترتیب کے ساتھ)، ص ۳۳۴

۲۶۔ **اردو کلیات غالب** (نسخہ اشرف)، ص ۳۴۵

۲۷۔ **دیوانِ غالب** (نسخہ عرشی)، ص ۳۶۶

۲۸۔ **دیوانِ غالب کامل**: ص۳۸۲

۲۹۔ **دیوانِ غالب** (نسخہ عرشی) ص، ۳۶۶، ۳۶۷

۳۰۔ ایضاً، ص ۳۶۷

۳۱۔ شیرانی، حافظ محمود: **مقالات حافظ محمود شیرانی**: لاہور، مجلس ترقی ادب جلد ہشتم ۱۹۸۵ء، ص ۸۰

۳۲۔ جالبی، ڈاکٹر جمیل: **تاریخ ادب اردو**، جلد چہارم، لاہور، مجلس ترقی ادب، اشاعت اول، فروری ۲۰۱۲ء، ص ۱۰۱

۳۳۔ غلام رسول مہر: **غالب**: لاہور، شیخ مبارک علی، طبع چہارم، ص ۳۸۲، ۳۸۳

۳۴۔ جالبی، ڈاکٹر جمیل: **تاریخ ادب اردو**، جلد چہارم، لاہور، مجلس ترقی ادب، اشاعت اول، فروری ۲۰۱۲ء، ص ۱۰۱

۳۵۔ غالب، مرزا اسد اللہ خاں: **قادر نامہ غالب**: مرتب تحسین سروری کراچی مکتبہ نیا راہی ۱۹۵۹ء، ص ۱۲، ۱۳

۳۶۔ ایضاً ص ۱۳، ۱۴

۳۷۔ جالبی، ڈاکٹر جمیل: **تاریخ ادب اردو**، جلد چہارم، ص ۱۰۱

۳۸۔ **دیوانِ غالب** (نسخہ عرشی) ص ۳۶۷

۳۹۔ **اردو کلیات غالب** (نسخہ اشرف) ص ۳۳۸

۴۰۔ **دیوانِ غالب** (نسخہ عرشی)، ص ۳۶۷

۴۱۔ **دیوانِ غالب کامل**: ص۳۸۲

۴۲۔ **اردو کلیات غالب** (نسخہ اشرف)، ص ۳۳۸

۴۳۔ **دیوانِ غالب** (نسخہ عرشی) ص ۳۷۱

۴۴۔ **دیوانِ غالب کامل**: ص ۳۸۵

۴۵۔ **اردو کلیات غالب** (نسخہ اشرف) ص ۳۴۱

۴۶۔ ایضاً، ص ۳۳۹، ۳۴۲

۴۷۔ ایضاً، ص۳۴۳

۴۸۔ **دیوانِ غالب** (نسخہ عرشی)، ص۳۷۴

۴۹۔ ایضاً

۵۰۔ ایضاً، ص۳۷۴، ۳۷۵

۵۱۔ **اردو کلیات غالب** (نسخہ اشرف)، ص ۳۴۷